حضرت العلام حافظ محمد صاحب گوندلوی مدظلہ العالی

دوام حدیث

قسط نمبر ۹

ایک اسلام

منکر حدیث:

اگر ہم ملا کا مذہب قبول کر لیں تو پھر استنجا بھی اصولِ دین، منڈھا ہوا سر بھی رکنِ اسلام ٹخنوں سے بالشت بھر اونچی شلوار بھی مذہبی فرض، منڈھی ہوئی مونچھیں اور لمبی داڑھی بھی جزو دین مسلمان کیا ہوا، ایک اچھا خاصا جوکر بن کر رہ گیا، کیا آپ ان لایعنی قیود میں جکڑا ہوا اسلام کسی انگریز کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کسی نومسلم انگریز کا سر مونڈھ کر اوپر ایک موٹا سا پگڑ باندھیں، مونچھیں مونڈ ڈالیں، داڑھی ناف تک بڑھا دیں، ٹخنوں سے بالشت بھر اونچی شلوار پہنا دیں، پگڑ میں مسواک، ٹانگ کے ساتھ تسبیح باندھیں اور آنکھوں میں سرمہ ڈال کر اسے انگلستان بھیج دیں تو دو ہی نتیجے ہوں گے، یا تو انگریز اسے جن سمجھ کر مار ڈالیں گے اور یا پھر چڑیا گھر میں بند کر دیں گے۔ اسلام میں یہی تو خوبی ہے کہ وہ صرف حقائق پر نظر رکھتا ہے اور ان ظواہر و مناسک کو قابل التفات نہیں سمجھتا، ملا سے میرا نزاع اسی بات پر ہے کہ وہ حدیث کو آگے لا کر بے شمار ظواہر جزو اسلام بنانا چاہتا ہے اور میں قرآن کو پیش کر کے ملت کو ان ملائی قیود سے آزاد کرنا چاہتا ہوں۔

قائل حدیث:

اب آپ نے اپنا مقصد ظاہر کیا ہے کہ حدیث کو ماننے سے یہ قیود عاید ہو جاتی ہیں

اور آزادی پسند آدمی ان قیود کو بوجھ سمجھتا ہے بلکہ ان پر عمل کرنا اس کے لئے موت کے مترادف ہے - چونکہ قرآن میں ان قیود کا ذکر نہیں اس لئے صرف قرآن پر عمل کرنے سے آزادی حاصل ہوگی - نہ دانت صاف کرنے کے لئے مسواک کی ضرورت، خواہ وہ بالکل سیاہ ہی ہو جائیں، اس کے بعد جو باتیں ذکر کی ہیں یہ سب لوازمات سے نہیں، شلوار کے لئے صرف یہی پابندی ہے کہ گھٹنوں سے نیچے نہ ہو، ٹخنوں سے ایک بالشت اونچا ہونا لوازمات سے نہیں - اسی طرح مونچھوں کا مونڈنا فرض نہیں بلکہ اتنا کاٹنا کافی ہے کہ منہ میں نہ پڑیں، آج کل تو مونچھوں کا مونڈنا فیشن میں داخل ہوگیا ہے، شاید آپ نے کتاب اس فیشن بننے سے پہلے لکھی ہوگی - اسی طرح ڈاڑھی کا ناف تک ہونا کوئی ضروری نہیں صرف چار انگل تک ہونا کافی ہے - پگڑی ایک بہترین لباس ہے جسے بعض انگریز بھی پسند کرتے ہیں[1] اور لمبی داڑھی ان کے ہاں پادریوں کا شعار ہے اور ان کی کتاب بائیبل میں مذکور ہے -

ٹانگ سے تسبیح باندھنا کس حدیث میں آیا ہے؟ ظاہری شعار بھی اس قسم کی چیزیں ہیں جن کے ضائع ہونے سے قوموں کی ثقافت جاتی رہتی ہے اور اسلام نے جو وضع مقرر کی ہے، اگر عقلی طور پر غور کیا جاوے تو وہی وضع اصول طب پر منطبق ہوتی ہے - حقیقت یہ ہے کہ آپ حدیث سے صرف اس لئے دشمنی رکھتے ہیں کہ اس میں پابندی کافی ہے اور آپ زیادہ پابندی سے گھبراتے ہیں - قرآن میں تو صاف طور پر ختنے کا بھی ذکر نہیں - اسی طرح تولد کے وقت اذان کہنے کا بھی ذکر نہیں، نہ مرنے کے وقت کہیں جنازہ مروجہ کا ذکر ہے - نہ نکاح اور زنا میں کوئی واضح فرق ہے لہٰذا صرف قرآن پر عمل کرنے سے ہر طرح کی آزادی حاصل ہوتی ہے - اور جو جزوی طور پر قرآن میں پابندی ہے، وہ بھی حدیث ماننے سے ہے ورنہ حدیث کے انکار سے تو ہر قسم کی پابندی اٹھ جاتی ہے جو چاہیں قرآن کا مطلب بیان کریں، کتنی بڑی آزادی ہے - حدیث کے ماننے سے انسان ہر طرح سے پابند ہو جاتا ہے اور حدیث کے انکار سے بالکل آزاد - یہی وجہ ہے کہ آپ

---

[1] بلکہ رسما سانہ لباس ہے -

نے حدیث کا انکار کیا ورنہ اس پر کوئی دلیل پیش کرتے۔

منکر حدیث:

اگر احادیث میں یہ ضروری نہیں کہ الفاظ رسول کے ہوں تو پھر آپ ہر حدیث میں یہ کیوں کہا کرتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اگر ہر حدیث راوی کا قول ہے تو پھر قولِ رسولؐ نہیں ہو سکتی۔ یہ تو ناممکن ہے کہ ایک ہی وقت میں ایک ہی قول راوی کا بھی ہو اور حضورؐ کا بھی۔

قائل حدیث:

آپ حدیث سے بالکل ناآشنا معلوم ہوتے ہیں، چودہ برس آپ نے کیا پڑھا اور درس میں کیا پڑھتے رہے؟ آپ نے غالباً قرآن بھی نہیں پڑھا۔

اب سنئے، کلام اور قول میں فرق ہے۔ کلام کی نسبت تو متکلم کی طرف ہوتی ہے، خواہ نقل بلفظہٖ ہو یا بالمعنیٰ ہو، ناقل کی طرف نہیں ہوتی اور قول میں ناقل اور اصل متکلم دونوں کی طرف نسبت کرنی جائز ہے۔ جیسے قرآن میں قرآن کو "قول رسول کریم" بھی کہا ہے اور کلام اللہ بھی کہا ہے۔ پھر رسول کریمؐ سے ایک جگہ جبرئیل مراد ہے جیسے سورہ تکویر میں ہے اور ایک جگہ (سورۂ حاقہ) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، پس قرآن اللہ کا قول بھی ہے اور ناقل اول جبریل کا بھی ہے۔ اور ناقل ثانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے۔

منکر حدیث:

ہمارے بعض علماء تو عشق حدیث میں یہاں تک عقل و خرد گم کر چکے ہیں کہ اللہ کے کلام کو نہ صرف احادیث کا محتاج ٹھہراتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہوئے بھی سنے جاتے ہیں کہ اگر اللہ کا کوئی قول رسول کے قول سے متصادم ہو جائے تو قول خدا کو منسوخ سمجھو۔

قائل حدیث:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کلام پاک چونکہ عربی زبان میں ایک خاص ماحول میں نازل ہوئی اس لئے اس کے سمجھنے کے لئے قواعد عربیہ اور اس کے نزول کے ماحول کی واقفیت لازمی ہے۔ پس ہم قرآن کے سمجھنے میں صرف و نحو، لغت معانی و بیان اور حدیث رسولؐ

اور صحابہؓ کے اقوال کے محتاج ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن محتاج ہے اور حدیث قرآن کو منسوخ نہیں کرتی، یہ حدیث ہی سے ثابت ہے۔ اگر کسی عالم نے ایسا کہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا، اگر کوئی صحیح حدیث ظاہر قرآن کے معارض ہو تو یہ معارضہ اسی وقت ہوگا، جب آیت منسوخ ہوگی اگرچہ وہ آیت دوسری آیت سے منسوخ ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ صرف حدیث سے ہی قرآن کی آیت منسوخ ہوجاتی ہے۔ جیسے قتال کے فرض ہونے سے پہلے عفو اور صفح (درگزر) کرنے کا حکم تھا "فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللّٰہ بامرہ" (البقرۃ) یہود کی ان شرارتوں کو سن دیکھ کر معاف کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قتال کے بارہ میں) آجائے۔ اب بہت احادیث ایسی قتال والے حکم کے موافق ہیں اور اس آیت کے ظاہر کے خلاف ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن ان احادیث سے نہیں بلکہ قرآن مجید کی دوسری آیات سے۔

منکر حدیث:

یہ چودہ لاکھ کا طومار رسول کی طرف کس نے منسوب کیا تھا۔ یہ طریقت، رہبانیت، اور جہاد اکبر کے راستے لگا کر خدائی پیغام کو کس نے مسخ کیا تھا۔ یہ مسلمانوں سے تلوار چھین کر اس کی جگہ تسبیح کس نے تجویز کی تھی۔ یہ دنیا کو مردار کہہ کر مسلمانوں کو دنیا سے کس نے متنفر کیا تھا۔ یہ آفاقی کائنات کی جگہ ذلت، نکبت، ہلاکت، جہالت، ادبار اور مستی پہ قانع رہنے کا سبق کس نے دیا تھا۔ یہ دس کروڑ چینی، پانچ کروڑ روسی، دو کروڑ افریقی، آٹھ کروڑ جاپانی، دو کروڑ افغانی اور چالیس لاکھ کشمیری مسلمانوں کی موجودہ پست، غلیظ اور حیوانوں سے بدتر زندگی کا ذمہ دار کون ہے۔ اس کا جواب ایک ہی ہے، ملا کا خانہ ساز اسلام۔ ۔ ۔ قال القرآن احوج الی السنۃ من السنۃ الی الکتاب"

"جتنا قرآن حدیث کا محتاج ہے، اس قدر حدیث قرآن کی محتاج نہیں" (جامع بیان العلم صلہ ۲۲)

قائل حدیث:

بحث تو صحیح حدیث کے متعلق ہو رہی ہے، آپ نے غلط مبحث کرتے ہوئے بلکہ

موضوع اور ضعیف کی طرف پھیر دی ہے۔ حدیث پر عمل کرنے والے اور حق پر چلنے والے کی تو حدیث میں یہی نشانی بتائی گئی ہے کہ وہ قتال جاری رکھیں گے، فرمایا:

"لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین لا یضرہم من خالفہم" الحدیث

کہ ایک جماعت میری امت میں سے ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی، ان کے مخالف ان کو اس سے نہیں ہٹا سکیں گے۔"

یہی وجہ تھی کہ انگریز کی ڈیڑھ صد سالہ غلامی کے دور میں بھی اہل علم کی ایک جماعت باوجود بے بضاعتی کے انگریز جیسی طاقتور قوم سے مقابلہ کرتی رہی، ذلت ونکبت وغیرہ کی ذمہ دار، قوم کی بدعملی اور قرآن وسنت سے بے رخی ہے۔ چودہ لاکھ احادیث میں سے صحیح احادیث کی چھانٹ محدثین نے کی ہے اور موضوع اور ضعیف کو بھی انہوں نے الگ کیا ہے۔ طریقت کا مطلب تو صرف یہی ہے کہ اخلاق کی درستی اور عقیدہ کی پختگی کے لئے قرآن وسنت کے ان احکام پر عمل کو رائج کیا جائے۔ جن پر عمل کرنے سے انسان جہاد وقتال کے لئے اپنے آپ کو بخوبی پیش کر سکے جیسے سید احمد صاحب نے کیا جو شاہ اسماعیل شہید کے پیر تھے۔ رہبانیت کی تردید تو حدیث میں ہی ہے۔ رہبانیت میں وہی لوگ پھنسے جو حدیث سے کم واقفیت رکھتے تھے۔ کسی حدیث میں تسبیح کی فضیلت کا ذکر نہیں۔ دنیا کی مذمت کا ذکر قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی، سورۂ زخرف میں ہے:

"ولولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمٰن لبیوتہم سقفا من فضة ومعارج علیہا یظہرون" الآیة

کہ اگر لوگوں میں اتنی کمزوری نہ ہوتی (جیسے اب ہے کہ وہ مال متاع اور دنیا کے غلام بنے ہوئے ہیں) تو ہم کافروں کے گھروں کی چھتیں اور ان کی سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتے۔"

دنیا کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کو تعیش کا سامان بنایا جائے۔ دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ تجارت نہ کی جائے۔ کسب حلال اور کاشتکاری وغیرہ کی فضیلت تو جابجا احادیث میں وارد ہے۔ حقیقت میں جو چیز خدا کے احکام سے

تلاش کرے، وہی دینا ہے۔

پس حقیقت میں ان تمام کمزوریوں کا سبب جو مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں، حدیث سے غفلت ہے۔ مکحول کے قول کا صرف یہ مطلب ہے کہ حدیث چونکہ بیان ہے اور قرآن متن، اس لئے جتنی ضرورت متن کے سمجھنے کے لئے شرح کی ہوتی ہے۔ شرح کو سمجھنے کے لئے متن کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ قرآن اصل ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے، قرآن کو قرآن ہی منسوخ کرتا ہے۔ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ سنت قرآن کو منسوخ کرتی ہے، ان کا مطلب صرف تفسیر کرنے کا ہے۔ یعنی قرآن کے عام کے متعلق یہ بتایا جائے کہ یہ خاص ہے یا اس سے مراد چند افراد ہیں۔ یا یہ حکم کہ قرآن مجید کا حکم ایک علت کے ساتھ معلول ہو اور اب وہ علت اٹھ گئی ہو، حدیث اس کا بیان کردے کہ اب وہ علت اٹھ گئی، اس لئے حکم باقی نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کسی استاد سے حدیث نہیں پڑھی۔